ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ

اَلۡقَوۡلُ الۡمُبِیۡن
فِی
الۡمَعۡصُوۡمِیۡنَ

مصنفہ

حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیر آباد، حیدر آباد 500020

https://theimammehdi.com

سلسلہ مطبوعات ۔۸

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی، حیدرآباد

نام کتاب	:	القول المبین فی المعصومین
مصنف	:	حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ
طباعت	:	دوم
سنہ اشاعت	:	سپٹمبر ۲۰۰۴ء م شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔ فون 24529428
طباعت	:	گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد۔ فون 24607075

ناشر

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیرآباد، حیدرآباد 500020

☎ 55588316 Cell: 98491-70775

اللہ نے دیا ہے

برائے ایصال ثواب

والدہ محترمہ سیدہ آمنہ بانو مرحومہ زوجہ مولوی سید اسد اللہ عباسؔ یداللّٰہی مرحوم

عرضِ حال

ایک عرصہ دراز سے یہ تمنا تھی کہ میں اپنے جدامجد کے علمی خزانہ کا جو حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہو رہا تھا اس کا تحفظ کر سکوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے اپنے جدامجد حضرت علامہ بحرالعلوم و شمس الفنون وقدوۃ المحققین اشرف العلماء حضرت سید اشرف شمسیؒ کی تالیفات کے تحفظ و اشاعت کی توفیق و استطاعت عطا فرمائی۔ اس مقصد کے لئے ۲۰۰۲ء میں علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی کے قیام کے بعد مختصر مدت میں بفضلِ تعالیٰ سات کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی گئی۔

(۱) علامہ شمسیؒ مشاہیر کی نظر میں (۲) رسالۃ المعراج (۳) اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون (۴) لیلۃ القدر (۵) العقائد (مکمل چار حصے) (۶) العقائد (حصہ اول و دوم) بزبان ہندی (۷) العقائد (حصہ اول و دوم) بزبان انگریزی

ان کتب کے علاوہ حضرت علامہ شمسیؒ کی عربی تفسیر ''لوامع البیان'' اور اس کے ترجمہ کی طباعت کے سلسلہ میں کام جاری ہے۔ انشاءاللہ دیگر کتب بھی بتدریج شائع کی جائیں گی۔

زیرِ نظر کتاب ''القول المبین فی المعصومین'' اس سلسلہ کی آٹھویں کڑی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۸ھ میں تالیف کی گئی تھی اور اس زمانہ میں علامہ شمسیؒ کے ایک عقیدت مند حضرت حاجی محمد عبداللطیف خاں صاحب فاروقی مرحوم نے طبع کروائی تھی جو اب نایاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ اہلِ علم بزرگ عالی جناب محمد عمر خاں صاحب مہمن زئی نے اپنے کتب خانہ سے عنایت فرمایا۔ جس کے لئے تہہ دل سے موصوف کا شکر گذار ہوں اور صحت و سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔ اب اس کتاب کو افادۂ عام کی خاطر علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی کی جانب سے دوبارہ زیور طباعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں پانچ فصول ہیں۔

(۱) عصمۃ ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام (۲) عصمۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (۳) عصمۃ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (۴) صحابۂ خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں یا نہیں (۵) قول صحابی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

۱۲/شعبان ۱۴۲۵ھ م ۲۸/ستمبر ۲۰۰۴ء

سید یداللہ شجیع یداللّٰہی
بانی صدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی

کچھ مصنف کے بارے میں

سرزمین ہند پر جن نامور علماء نے جنم لیا اور جنہوں نے اشاعت علم کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو فیض یاب کیا ان میں علامہ شمسی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے جن کی درسگاہ سے بلا امتیاز، مذہب و مسلک طالبانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔

حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء ابوالشریف سید اشرف شمسیؒ سادات حسینی کے ایک ذی علم و متوکل گھرانہ میں ۵/ صفر ۱۲۸۰ھ م ۲۳/ جولائی ۱۸۶۳ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا اسم گرامی حضرت سید علیؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ) اور جد اعلیٰ کا نام حضرت سید اشرفؒ عرف عالم اچھا میاں تھا جو بندگی میاں سید یداللہؒ کی اولاد سے تھے اور جن کا سلسلہ نسب حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم کے توسط سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی بعد ازاں جن نامور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان میں علامہ سید نصرت (م ۱۳۲۹ھ)، حضرت حافظ سید داؤدؒ (م ۱۳۳۵ھ)، بحرالعلوم خان علامہ عباس علی خاں پنجابی (م ۱۳۲۱ھ) علامہ عبدالصمد خان قندھاری، مولوی وجیہہ الدین مدراسی (م ۱۳۱۰ھ)، مولوی میر صادق علی اور قاری محمد ابراہیم (م ۱۳۳۶ھ) قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علمی کے بعد ۲۶ شوال ۱۳۰۴ھ م ۱۸۸۷ء کو مکہ مسجد میں منعقدہ تقریب دستار بندی میں اساتذہ علامہ عباس علی خان اور علامہ عبدالصمد خان قندھاری نے علامہ شمسیؒ کی دستار بندی کی اور سند عطا فرمائی۔

علامہ سید اشرف شمسیؒ کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ سے زائد بتلائی جاتی ہے جن میں سے اکثر غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہو چکی ہیں۔ خصوصاً علامہؒ کی مولفہ ضخیم "تفسیر لوامع البیان" بزبان عربی ایک جامع تفسیر ہے جس میں کئی علوم کا احاطہ کیا گیا ہے۔ علامہؒ کی ایک اور اہم تالیف بزبان اردو "تلخیص النحو" ہے جو (۸۱۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ علم نحو پر ایک جامع کتاب ہے جو دینی و عربی جامعات کے طلباء کے لئے نہایت فائدہ مند ہے لیکن یہ بھی طبع نہ ہو سکی حالانکہ مولفؒ نے اس کے پیش لفظ میں وجہ تالیف بتاتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے مشتاقان علم نحو کو فائدہ پہنچے"

تصنیف و تالیف کے ساتھ علامہؒ کا بیشتر وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ ایک مشہور شاگرد قائد ملت نواب بہادر یار جنگ علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں مولانا کا دولت کدہ طالبان علم کا کعبہ تھا۔ علامہ شمسیؒ فارسی کے علاوہ عربی کے بھی قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کا ایک فارسی دیوان کا مخطوط ادارۂ مخطوطات حکومت آندھرا پردیش میں محفوظ ہے۔

علامہ شمسی نے دارالعلوم اور جامعہ عثمانیہ میں خدمات انجام دیں جہاں سے ۱۹۲۷ء میں وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے اور ۲۶/ محرم ۱۳۴۹ھ م ۲۴/ جون ۱۹۳۰ء کو وفات پائی اور حظیرہ چنچل گوڑہ حیدرآباد میں محو استراحت ہیں۔ گویہ شمس العلوم غروب ہو چکا لیکن تلامذہ و تصانیف کے ذریعہ اس کی ضیا پاشیاں آج بھی جاری ہیں۔ نیز علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی کا قیام ایک مستحسن اقدام ہے اور امید ہے کہ طالبان علم کو علامہؒ کی تصانیف سے فیضیاب ہونے کا موقع ملے گا۔

شیخ چاند ساجد

https://theimammehdi.com

پیش لفظ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا امابعد بندہ اشرف ابن مولائی السید علی رحمہ اللہ عرض کرتا ہے کہ مجھ سے بعض میرے دوستوں مثلاً مولوی سید مرتضیٰ صاحب قبلہ اور مولوی سید احمد صاحب مدہوش وغیرہ نے یہ درخواست کی کہ ایک مختصر رسالہ ان ذوات کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بیان میں لکھا جائے جن کو اللہ تعالیٰ وتقدس نے شرف عصمت سے ممتاز فرمایا ہے اور لکھا جائے کہ وہ کن کن نوع کے نفوس مقدسہ ہیں۔ بندہ اگرچہ اس زمانہ میں مقدمہ تفسیر لوامع البیان کی تالیف میں مشغول ہے تاہم ان کی درخواست کے مطابق اس مختصر رسالہ کو تالیف کیا اور اس کا نام ''القول المبین فی المعصومین'' رکھا۔ مخفی نہ رہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ سے یہی ثابت ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ومہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے ہم نے چند فصول میں اس مضمون کو لکھا ہے۔**وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل**

۲/رجب ۱۳۴۸ھ م ۴/ڈسمبر ۱۹۲۹ء سید اشرف غفرلہ

https://theimammehdi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل:۔ ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے بیان میں

سارے مجتہدین اور علماء کرام اہل سنت اور اکثر فرق اسلام کا یہ مذہب ہے کہ ملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں متقدمین حکماء کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی مذہب حکماء اسلام اور معتزلہ اور شیعہ وغیرہ کا بھی ہے اور قرآن مجید بھی اسی پر دلالت کرتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤمَرُوْن (التحريم. ٦)

اللہ تعالیٰ جو امر فرماتا ہے اس کی ملائکہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کے وہ مامور ہیں۔

اس مسئلہ میں فرقہ حشویہ کو سب مذکورہ فرقوں سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ملائکہ سے صدور معصیت ممنوع نہیں ہے اور اس کی کئی وجہیں بیان کی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے خود ان کے قول کی ہدایت کی ہے اور وہ یہ ہے

قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرة. ٣٠)

ملائکہ نے عرض کیا کیا تو زمین پر اس کو پیدا کریگا جو زمین میں فساد کریگا اور خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف کی تسبیح کرتے اور تیری تقدیس کہتے ہیں۔

اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض ثابت ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ وتبارک پر اعتراض کرنا سخت گناہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال سے ملائکہ کی اصلی غرض تحصیل علم ہے کیونکہ وہ آدم کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔ اس میں حکمت الٰہی پر اعتراض ہے اور نہ اس کی تردید بلکہ ان کے نفوس میں جو چیز مکنوں تھی اس کا اظہار ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ملائکہ نے آدم کو مفسد کہا اور ان پر خون بہانے کا الزام لگایا۔ یہ دراصل غیبت ہے اور غیبت گناہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ کا یہ قول ایک قیاسی تخّیل ہے کیونکہ قوم جن نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے پہلے زمین پر فساد برپا کیا تھا اسی تخّیل کو ملائکہ نے آدم علیہ السلام کے حق میں تصور کر کے اسکا اظہار کیا۔ درحقیقت یہ اعتراض نہیں ہے بلکہ سوال میں اپنے خیال کی تصویر دکھانا ہے۔ پس یہ غیبت نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ملائکہ نے اپنے نفوس سے تفاخر کا اظہار کیا اور یہ خود بینی ہے جو مکروہ اور گناہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے صفات کا جو اللہ تعالیٰ سے اس کو عطا ہوئی ہیں اظہار کرے مثلاً کوئی پیغمبر یہ کہے کہ میں نبی اور صاحب معجزہ ہوں یا کوئی مجاہد بیان کرے کہ میں نے فلاں زبردست کافر کو قتل کیا ہے یا کوئی عالم مجتہد کہے کہ میں نے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فلاں فلاں مسائل کا صحیح استنباط کیا ہے تو یہ تفاخر اور خود بینی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس نعمت کا اظہار ہے جو اللہ تعالیٰ وتقدس نے اس کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ وتبارک کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار واجب ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحی. ۱۱)
لیکن تو اپنے پروردگار کی نعمت کا بیان کر۔
اگر فرشتوں نے اپنی تسبیح وتقدیس کا ذکر فرمایا ہے کہ تو یہ امر واقعی ہے اور اللہ تعالیٰ وتقدس کی عطا کردہ نعمت کا بیان ہے جس کا اظہار ان کے نفوس پر واجب تھا اس بیان میں نہ اس کا تفاخر ہے نہ خود بینی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ نے قول
لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا(البقرۃ. ۳۲)
ہم کو ان ہی چیزوں کا علم ہے جن کی تعلیم تو نے ہم کو کی ہے
سے اپنی معذرت کا اظہار کیا ہے اگر ان سے گناہ صادر نہ ہوتا تو یہ معذرت نہ کرتے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ نے اس قول سے اظہار امر واقعی کیا ہے کیونکہ ان ہی چیزوں کا حکم تھا جن کی تعلیم ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء والہام ہوئی ہے اور اپنے سوال کی معذرت اس وجہ سے کی ہے کہ ان سے ترک اولی کا صدور ہوا اور صالحین سے صدور ترک اولی بھی گناہ ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی شان میں ارشاد فرمایا ہے۔
وَمَا جَعَلْنَا اَصْحَابَ النَّارِ اِلَّا مَلَائِکَۃً (المدثر. ۳۱)
ہم نے ملائکہ کو ہی اصحاب نار بنایا ہے۔
اس سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ملائکہ گنہ گار ہیں اگر وہ گنہگار نہ ہوتے تو اصحاب نار نہ ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصحاب نار سے خازنین ومحافظین نار مراد ہیں کیونکہ جس طرح قید خانہ پر محافظ ہوتے ہیں اسی طرح دوزخ پر بھی محافظ ہیں اور ان کے ذمہ اہل دوزخ کی تعذیب کا انتظام ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر خزنہ کے نام سے بھی کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔
کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَالَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ یَاتِکُمْ نَذِیْرٌ (الملک. ۸)
جب دوزخ میں کافروں کی فوج ڈالی جائے گی تو ان سے خازنین دوزخ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔
انہیں خازنین دوزخ کو آیت مذکورہ میں اصحاب نار سے تعبیر کیا گیا ہے ان ملائکہ کو اصحاب نار اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے ذمہ تعذیب اہل نار ہے۔ اسی مناسبت سے اللہ جل شانہ نے ان کو زبانیہ بھی کہا ہے اس کا مادہ زبن ہے جو بمعنی دفع شدید ہے۔ جب اہل دوزخ باہر آنے کا ارادہ کریں گے تو ان کو خازنین نار سختی سے دوزخ میں ڈھکیل دیں گے۔ اسی واسطے ان کو زبانیہ کہا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ آیت لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ ویفعلون ما یؤمرون (التحریم ۶)۔ اس امر میں نص محکم ہے کہ ملائکہ خطا سے معصوم ہیں۔ حشویہ کے سب اعتراضات اوہام وخیالات فاسدہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ جملہ علماء مجتہدین امت کے پاس ان کے اس طرح کے خیالات مردود ہیں پس معتقد بہ یہی امر ہے کہ ملائکہ معصوم ہیں۔ اور یہی اعتقاد اہل سنت اور اکثر فرق اسلام کا ہے۔

فصل:۔ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں

عصمت انبیاء علیہم السلام میں ان کی نبوۃ کے پہلے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ان کو معصیت پر قدرت ہی نہیں ہے اس قول کو علماء مذہب شیعہ نے شیخ ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب کیا ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو معصیت پر قدرت تو ہے مگر باوجود اس قدرت کے ان میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز بھی پیدا کی ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور ان سے نہیں ہوتا اور نہ وہ گناہ کے صادر کرنے میں مضطر ہوتے ہیں اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ عقلاً ان سے گناہ کا صدور ممنوع نہیں ہے۔علماء شیعہ کو اس سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے صدور معصیت عقلاً جائز نہیں ہے نہ کبیرہ نہ صغیرہ اور نہ کذب۔علامہ بحر العلوم اور دیگر علماء اہل سنت کی یہ رائے ہے کہ شیعہ کا یہ قول بعض ان کے ہی اقوال کے مخالف ہے۔کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ غلبۂ کفار کے وقت ان کو جائز ہے کہ ایمان کا تقیہ کریں اور کفر کا اظہار۔اور کہتے ہیں کہ نبوت کے پہلے اور نبوت کے بعد عقلاً ونقلاً تقیہ کرنا پیغمبروں کو جائز ہے۔بحر العلوم کہتے ہیں کہ یہ نہایت بے عقلی کی بات ہے کیونکہ اگر تقیہ جائز ہوگا تو ان سے تبلیغ شریعت میں قصور واقع نہ ہوگا۔اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے اعداء کے خوف سے بعض احکام کی تبلیغ نہ کی ہو۔یہ امر ظاہر ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے جب دعویٰ نبوت کیا ہے تو ان کی قوموں نے ان کی دعوت کا انکار کیا اور علانیہ ان کے دشمن بن گئے تاہم انبیاء علیہم السلام کو اپنے دشمنوں ہی میں بسر کرنا پڑتا تھا اور ان سے ہمیشہ سے مخالف رہتی تھی اس صورت میں مذہب شیعہ کے نظر کرتے ان کو تقیہ جائز تھا۔پس اس تجویز سے یہ احتمال قوی ہے کہ انہوں نے تبلیغی امور میں اپنے منکرین کے خوف سے کچھ قصور کیا ہو۔**نعوذ باللہ من ھذا لمقال**۔اور یہی صورت مولانا وسیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ میں بھی پیش آئے گی۔کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی ابتداء عمر سے آخر عمر تک اپنے دشمنوں میں زندگی بسر کی اور آپ کے منکرین کا آپ پر اور آپ کے اصحاب پر غلبہ تھا۔آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ان کی طرف سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اذیتیں پہنچتی تھیں۔اور آپ کو ان کی مدافعت کی قوت نہ تھی چنانچہ آیت **لکم دینکم ولی دین** سے یہی ثابت ہے۔جب کفار کے غلبہ سے تقیہ جائز ہے تو نعوذ باللہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی مشرکین اور کفار کے ڈر سے بعض احکام الٰہی کا اظہار نہ کیا ہوگا۔اس صورت میں قرآن مجید کے کامل نازل ہونے اور شریعت کے مکمل ہونے پر اعتماد نہ رہے گا زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ انبیاء علیہم السلام عقلاً معصوم ہیں اس بات کے بھی معتقد ہیں کہ ان کے لئے خوف کی صورت میں تقیہ کر کے اظہار کفر بھی جائز ہے۔ **استغفر اللہ من سوء المقال**.

قرآن مجید کے آیتوں سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے امتوں نے قتل کیا اور وہ اپنے قتل تک ہر ایک امر و نہی کی تبلیغ کرتے رہے اور کسی آیت سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی تقیہ بھی کیا ہے۔غرض یہ سب ان کی بے بنیاد کارستانی ہے۔اگر ان سے پوچھا جائے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جبکہ آپ کے مخالفوں نے بیعت یزید بن معاویہ پر مجبور کیا تو آپ تقیہ کر کے اس سے کیوں نہیں بیعت کی اور کس لئے اس کے لشکر سے جنگ کی اور شربت شہادت اپنی اہل بیت اور قرابت داروں کے ساتھ پی لیا۔اس طرح کے اور بھی اعتراض ہیں جن کا ذکر مناظرے کی کتابوں میں موجود ہے۔

فرقہ معتزلہ کا اس مسئلہ میں یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عقلاً صدور کبائر نا جائز ہے لیکن صغائر کا صدور ان کے پاس جائز

https://theimammehdi.com

ہے۔

امّت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کفر سے معصوم ہیں۔مگر فرقہ فضیلیہ کا جو خوارج میں شامل ہے یہ اعتقاد ہے کہ ہر معصیت کفر ہے تو ان سے جب کبھی معصیت صادر ہوگی تو اس سے کفر لازم آئے گا۔اس قول سے ظاہر ہے کہ فضیلیہ کے پاس انبیاء علیہم السلام سے صدور کفر جائز ہے۔ یہ خیال ان کا غلط ہے کیونکہ جب انبیاء علیہم السلام کی اتباع فرض ہے تو ہر حکم اور ہر فعل میں ان کی اتباع فرض ہوگی تو کفریات میں بھی ان کی اتباع فرض ہوگی۔اور یہ باطل ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لئے مبعوث ہیں کہ اُمتوں کو کفر وشرک سے بچائیں اور اس لئے مبعوث نہیں ہیں کہ خود ان کو کفر میں پھنسائیں۔بعض کا یہ قول ہے کہ صدور کفر ان سے ممکن نہیں مگر کبائر ان سے صادر ہوسکتے ہیں ان کا یہ قول کئی وجھوں سے باطل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے گناہ ہوگا تو ان کی اتباع حرام ہوگی اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان کی اتباع واجب ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ(اٰل عمران. ۳۱)

کہدواے محمد ﷺ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔تم کو بھی اللہ چاہے گا۔

صیغہ امر چونکہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لئے پیغمبر کی اتباع فرض ہے اگر ان سے گناہ صادر ہوگا تو ان کی اتباع کیوں کر فرض ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے گناہ صادر ہوگا تو ان کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ فاسق کی شہادت بالاجماع مردود ہے۔ جس کی شہادت امور دنیا میں جو ایک فانی چیز ہے نامقبول ہے تو اس کی شہادت امور دین میں کس طرح مقبول ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے گناہ صادر ہوگا تو ان پر زجر واجب ہوگا کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ زجر میں ان کے لئے ایذاء واضرار ہے لیکن ان کو ایذا دینا اجماعاً حرام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ(الاحزاب .۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ان سے صدور گناہ ہو نہیں سکتا۔

اور نیز اگر ان سے گناہ صادر ہوگا تو وہ اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہوجائیں گے۔

اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ(البقرة . ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیک عمل کرنے کا حکم کرتے اور اپنے نفوس کو بھول جاتے ہو اور تم کتاب (توارت) بھی پڑھتے ہو کیا اس کو نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ یہ آیت واعظ گنہ گار کے حق میں سخت وعید ہے اگر چہ اس کا نزول یہود وغیرہ کی شان میں ہوا ہے۔ اور نیز اس آیت کریمہ کی وعید میں داخل ہوجائیں گی۔

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ(الجن. ۲۳)

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کرتا ہے اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے۔
اور نیز اس آیت کی تحت میں داخل ہو جائیں گے۔
اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ(ھود.۱۸)
آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی لعنت ظالمین پر ہے۔
ان آیات سے ظاہر ہے کہ گناہگار سے عذاب دوزخ کا وعدہ کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ سب وعیدیں ان لوگوں کے حق میں ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔
چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے گناہ صادر ہوگا تو وہ گناہگارانِ امت سے زیادہ مستحق عذاب ہوں گے کیونکہ جن لوگوں کی بزرگی میں رتبہ اعلیٰ ہے ان کو عذاب میں بھی زیادتی ہے اسی وجہ سے حُر کی حد غلام کی حد سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی شان میں فرماتا ہے۔
لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ مَنْ يَاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعِفُ لَهَا الْعَذَابُ
تم مثل دیگر عورتوں کے نہیں ہو اگر تم سے کوئی فاحش گناہ کریگی تو اس کو دوچند عذاب ملے گا۔
یہ امر ظاہر ہے کہ نبوت کا منصب بہت ہی اعلیٰ وافضل ہے اگر کسی نبی سے خطا ہوگی تو اس کو عذاب بھی زائد ہوگا۔ مگر ان سے صدور کبائر ہو نہیں سکتا کیونکہ ان کی فطرت دوسرے انسانوں کی فطرت سے جدا ہے۔
پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے کبائر صادر ہوں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت نہ ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
لَا يَنَالُ عَهْدِى الظَّالِمِيْنَ(البقرۃ.۱۲۴)
میرے عہد میں ظالم نہیں پائیں گے
ظالم سے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جن سے کبائر صادر ہوتے ہیں جب انبیاء علیہم السلام کو منصب نبوت ملا ہے تو ان سے صدور کبائر محال ہے۔
چھٹی وجہ یہ ہے کہ اگر ان سے کبائر صادر ہوں گے تو وہ مخلصین نہ رہیں گے کیونکہ شیطان کے فریب کی وجہ سے غیر مخلص سے صدور گناہ ممکن ہے مگر مخلصین پر اس کا فریب نہیں چل سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ بیان ابلیس کی نقل کرتا ہے۔
لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ(الحجر.۴۰)
میں ان سب کو فریب دوں گا مگر تیرے خالص بندوں کو فریب نہ دے سکوں گا۔
مگر انبیاء علیہم السلام کا مخلصین ہونا ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ(ص.۴۶)
ہم نے ان کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر دیا ہے۔
غرض ان سے صدور کبائر محال ہے۔

https://theimammehdi.com

ساتویں وجہ یہ ہے کہ گنہ گار حزب شیطان سے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ نے خاسرین کا حکم کیا ہے پس شیطان کے متبعین خاسرین سے ہوں گے لیکن جو شیطان کے متبعین نہیں ہیں وہ خاسرین سے بھی نہیں ہیں جب انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوگا تو وہ بھی خاسرین سے ہوں گے اور یہ باطل ہے کیونکہ جب ان کی ہدایت کی اتباع کرنے والے مفلحین سے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(اٰل عمران. ۱۰۴)

یہ گروہ اللہ تعالیٰ کے پاس کامیاب ہے

تو پھر انبیاء علیہم السلام کیوں کر خاسرین سے ہوں گے پس ان سے صدور گناہ محال ہے۔

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کس طرح گناہ صادر ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ اور اخیار فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

وَاِنَّھُمْ عِنْدَ نَا لَمِنَ الْمُصْطَفِیْنَ الْاَخْیَار(ص. ۴۷)

بیشک وہ ہمارے برگزیدہ لوگوں اور اخیار سے ہیں

ان سب وجوہ کو امام رازی قدس سرہ نے اپنی کتاب اربعین اور دیگر تصانیف میں ذکر فرمایا ہے۔ ان وجوہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً اور خطاءً گناہ کبیرہ صادر نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں اللہ تعالیٰ نے گناہ کو پیدا ہی نہیں کیا ہے یہ قول حکماء متقدمین کے بیان سے قریب قریب ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت میں ایسا ملکہ پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے ان کا میلان بھی گناہ کی طرف نہیں ہوتا۔ اہل سنت اس کے قائل نہیں بلکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ قوت شہویہ اور غضبیہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن یہ دونوں قوتیں ان کی قوت قدسیہ کی تابع ہیں کیونکہ اگر یہ قوتیں ان سے منتفی ہوں گی تو خلاف نفس کا ان کو ثواب نہ ملے گا۔ حنفیہ اور شافعیہ بلکہ عام اہل سنت کا اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے مطلقاً اور صغائر سے عمداً معصوم ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

فصل:۔ ہمارے مخالفین نے بعد بعثت سہواً صدور کبائر کے جواز اور عمداً صغائر کے صدور پر انبیاء علیہم السلام کے ان قصص سے استدلال کیا ہے جو قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں ذکر کئے گئے ہیں حق تو یہ ہے کہ انہوں نے ان کی معانی میں غور نہیں کیا اور جو کچھ سمجھ میں آیا بے تحقیق اعتراض کردیا واضح ہو کہ مخالفین نے اس میں کئی وجہیں بیان کی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے

وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی(طٰہٰ. ۱۲۱)

نافرمانی کی آدمؑ نے خدائے تعالیٰ کی اور بھٹک گئے

اور اس کے بعد فرماتا ہے

وَتَابَ عَلَیْہِ(طٰہٰ. ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی

ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا اور پھر آدمؑ نے اپنے گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو

قبول فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جبکہ آدم علیہ السلام جنت میں تھے اور جنت سے نکل جانے کے بعد جب آپ زمین پر اتار دیئے گئے اور آپ کی اولاد زمین پر پھیلی آپ کو منصب خلافت ملا اور کرامت نبوت حاصل ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے امت کی ضرورت ہے اس کی بعثت انہی کی ہدایت کے لئے ہوتی ہے جب جنت میں کوئی آپ کی امت نہ تھی آپ اس وقت نبی بھی نہ تھے یہی قول صاحب مواقف کا ہے اور دیگر متکلمین کا بھی

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہم السلام نے سورج اور چاند اور ستاروں کو دیکھ کر **هذا ربی** کہا اور یہ شرک ہے اور اگر نہیں تو یہ کذب ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قبل نبوت کا ہے

ان کا یہ بھی سوال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا

رَبِّ اَرِنِی کَیۡفَ تُحۡیِی الۡمَوۡتٰی(البقرة. ۲۶۰)

ابھی مجھے دکھلا کہ کس طرح تو مردے کو زندہ فرماتا ہے

اعتراض یہ ہے کہ ابراہیم علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس مسئلہ میں علم الیقین حاصل تھا مگر آپ نے اس سوال سے حصول عین الیقین کی درخواست کی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کہ کیا تیرا ایمان اس مسئلہ پر نہیں ہے آپ نے عرض کیا کہ اس مسئلہ پر میرا بیشک ایمان ہے مگر میں نے اطمینان یعنی سکون قلب کیلئے یہ درخواست کی ہے۔واضح ہو کہ اطمینان عین الیقین ہی سے ہوتا ہے

اور یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ آپ نے ستاروں کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔مگر علم نجوم میں نظر کرنا شرعاً حرام ہے۔اور آپ کا یہ قول صادق بھی نہیں کیونکہ آپ تندرست تھے۔مصنف مواقف رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ علم نجوم میں غور وفکر مطلقاً حرام نہیں ہے کیونکہ اگر اس غور وتامل سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال منظور ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں داخل ہے اس طرح کی نظر شرعاً حرام نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو یہ خبر دی ہو کہ جب فلاں ستارہ طلوع ہوگا تم بیمار ہو جاؤ گے پس کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعض ایسے واقعات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سے صدور گناہ ہوا ہے۔

پہلا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو ناحق مار ڈالا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَوَکَزَهٗ مُوۡسٰی فَقَضٰی عَلَیۡهِ(القصص. ۱۵)

موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکھی ماری اور وہ مر گیا۔

اس قتل کے بعد آپ نے کہا کہ یہ کام شیطان کے وسوسے سے ہوا اور پھر آپ نے توبہ کی۔آپ کا توبہ کرنا صدور گناہ کا مثبت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قتل عمداً نہیں تھا بلکہ خطاءً تھا اور یہ قصہ آپ کی نبوت کے پہلے کا ہے کیونکہ اس قصے کے وقت آپ

فرعون کے زیر پرورش تھے۔
دوسرا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ان چیزوں کو پیش کریں جن کو انہوں نے اپنے سحر سے تیار کیا تھا اور اشیاء محرمہ کے استعمال کا حکم دینا حرام ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ تورات سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اشیاء مسحورہ کو پیش کرنے کا حکم دینا حرام تھا اگر ایسا ہوتا تو تورات میں یہ آیت نہوتی اور قرآن مجید اس کی تصدیق نہ فرماتا اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید احکام تورات وانجیل کا مصدق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ
قرآن مجید تورات وانجیل کی تصدیق کرتا ہے
غرض اس امر کی حرمت اس زمانہ میں ثابت نہیں تھی۔اگر یہ تسلیم کی جائے تو آپ کا اذن ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ علم تھا کہ فرعون نے جادوگروں کو آپ کے مقابلہ کے لئے بلایا ہے اور وہ مقابلہ کے لئے تیار بھی ہیں۔اس صورت میں اگر آپ ان کو حکم بھی نہ دیتے تو وہ اپنی مسحور چیزوں کو پیش کئے بغیر رہ نہ سکتے غرض اس صورت میں آپ کا یہ کہنا کہ تم اپنے اشیاء کو پیش کرو دراصل اجازت نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ مسحورہ چیزیں معجزۂ عصا سے ایک دم میں فنا ہو جائیں گی اور ایسا ہی ہوا۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے بطور سرزنش فرمایا تھا کہ تم اپنے مسحورہ چیزوں کو پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی کفار کے مقابلہ میں فرمایا ہے۔
فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهِ(البقرة. ۲۳)
تم قرآن کے مثل کوئی سورۃ پیش کرو۔
جس طرح اس آیت میں کفار پر دھمکی اور سرزنش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ مثل قرآن کے کوئی سورۃ پیش کرنا ان کے امکان سے باہر ہے تاہم ان کو عاجز کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ الخ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کی دھمکی کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ اپنی مسحورہ اشیاء کو زمین پر ڈال کر دیکھو کہ ایک ہی دم میں ان کا کیا حال ہوتا ہے جب انہوں نے اپنی اشیاء مسحورہ زمین پر ڈال دیں تو آپ کے اعجاز عصا سے وہ ساری چیزیں ایک دم میں فنا اور نظروں سے غائب ہو گئیں۔
چھٹا سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو بت پرستی کی حالت میں دیکھ کر آپ کو غضب آ گیا اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ لیا اور ہارون علیہ السلام کو اس سے ایذا پہنچی۔ظاہر ہے کہ پیغمبر کو تکلیف دینا گناہ کبیرہ ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ امت کا اپنے نبی کو ایذا دینا بیشک گناہ کبیرہ ہے اور یہ بات یہاں ثابت نہیں ہے بلکہ خود ہارون علیہ السلام داخل امت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مصدق اور وزیر ہیں۔چنانچہ قرآن مجید اسی بات کی شہادت دیتا ہے اگر پیغمبر اولوالعزم نے جس کا منصب تادیب ہے اپنے وزیر کو تادیباً کوئی بات کہی ہے یا کوئی حرکت اس کے ساتھ کی ہے تو دراصل یہ گناہ نہیں ہے بلکہ دراصل تادیب وتہذیب ہے۔
چوتھا امر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے فعل منکر کیا چنانچہ اللہ جل شانہ نے ان کے الفاظ کا ذکر کیا ہے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ....نُكْرًا (الکھف. ۷۴. ۷۱)

تم سے فعل منکر صادر ہوا

اعتراض یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا فعل منکر نہ تھا آپ نے اس کو منکر کہا تو خطا کی یا اگر فعل خضر علیہ السلام دراصل منکر ہی تھا تو آپ کا قول سچ ہے ورنہ جھوٹ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا یہ فعل کہ آپ کا کشتی توڑنا اور ایک بچہ کو مار ڈالنا بظاہر منکر ہی ہے مگر جب انہوں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا تو حقیقت میں فعل منکر نہیں تھا۔ لیکن یہ علم جب موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا تو آپ کا قول مذکور بے محل نہ ہوگا۔ اور نیز آپ کی شریعت کے اعتبار سے فعل منکر ہی ہوگا مگر خضر علیہ السلام پر آپ کی شریعت کا اتباع واجب نہ تھا کیونکہ شریعت موسویہ عام افراد انسان پر نہ تھی بلکہ قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے لئے اتری تھی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حشویہ کہتے ہیں داؤد علیہ السلام سے بھی گناہ سرزد ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ اُوریا کی بی بی پر آپ فریفتہ ہوگئے تھے اس لئے اوریا کو آپ نے کئی مرتبہ لڑائیوں میں بھیج دیا بالآخروہ کسی لڑائی میں شہید ہوگئے پھر آپ نے ان کی عورت سے نکاح کرلیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ گھڑا ہوا اور بہت ہی بے اصل ہے بعض نے کہا ہے کہ فرقۂ ملاحدہ نے اس قصہ کو بنایا ہے اگر یہ قصہ ذرا بھی صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کی بیحد تعریف نہ فرماتا مگر قرآن مجید میں آپ کی ثناء وتوصیف موجود ہے۔

پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اَوّاب ہیں۔ اَوّاب اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بار بار رجوع کرے اور اسی کی یاد کرتا رہے پس ایسے پاکیزہ فطرت والے مقدس شخص سے ممکن نہیں ہے کہ وہ مثل عوام کے نفس پرستی کرے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توصیف میں فرماتا ہے۔

اِنَّا سَخَّرَ الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (ص. ۱۸)

بیشک اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو فرماں بردار کردیا جو صبح وشام آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ذوالاید ہیں یعنے دین میں قوی ہیں یہ معنے اس وجہ سے کئے گئے ہیں کہ دنیاوی قوت وشوکت وسلاطین کفار کو بھی ہوتی ہے اس قوت وشوکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس وہ تعریف کے مستحق نہیں ہیں اس لئے علماء کے پاس اس قوت سے قوت دینی مراد ہے جس سے اداء فرائض وواجبات میں ان کے لئے عزم شدید حاصل ہے غرض جو شخص اداء عبادت میں ایسا قوی ہو ممکن نہیں کہ وہ نفس کی مخالفت میں ضعیف ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حاشیہ شرح مواقف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَنْ حَدَّثَ بِهَا جَلَّدْتَهٗ مِائَةً وَعَزَّبْتَهٗ سَنَتَيْنِ

جو داؤد علیہ السلام پر اوریا کے قصہ کی تہمت لگائے گا اس کو سو کوڑے ماروں گا اور دو سال تک وطن سے اس کو باہر کردوں گا۔

غرض اس روایت یعنے اوریا کی قصہ کے عقلاً ونقلاً موضوع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے

وَاٰتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص. ۲۰)

داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت اور خطاب فاصل ملا ہے۔
جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہے تو آپ کی قوت نظری اور عملی کی تکمیل فرما دی ہے۔
کیونکہ خود ارشاد فرماتا ہے
وَمَنۡ یُؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡراً كَثِیۡراً(البقرة. ۲۶۹)
جس کو اللہ جل شانہ کے پاس سے حکمت ملی ہے اس کو بہت سی بھلائی ملی ہے۔
حکمت سے کمال قوت نظری اور خیر کثیر سے کمال قوت عملی مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں کمال بخشا ہو اس سے ممکن نہیں ہے کہ گناہ صادر ہو۔
چھٹی وجہ یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام سے بھی گناہ سرزد ہوا ہے اس کی دو وجہیں ہیں
پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کے سامنے جب عمدہ اور خوبصورت گھوڑے پیش ہوئے تو ان کے ملاحظہ میں آپ اس قدر مشغول ہو گئے کہ آپ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں نماز عصر کے قضا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور اگر نسیاناً فوت ہو جائے تو وہ گناہ نہیں ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک مشرک بادشاہ پر جو ایک جزیرہ کا حاکم تھا حملہ کیا اور اس کو شکست ہوئی اس کی ایک حسین لڑکی تھی آپ نے اس سے نکاح کر لیا وہ اپنے مقتول باپ کی یاد میں روتی تھی آپ نے جنات کو حکم دیا کہ اس کے باپ کی تصویر بنا کر پیش کرو اس لڑکی نے اس تصویر کو لباس شاہی پہنا کر اپنے مکام میں رکھا اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ روزانہ اس تصویر کی پوجا کرنے لگی جب سلیمان علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو اس کو سخت سزا دی اور اس کے اس ناپاک عمل سے آپ سخت غمناک ہوئے اسی زمانہ میں آپ کی انگوٹھی بھی گم ہو گئی پھر آپ جنگل کی طرف نکل گئے اس موقع کو غنیمت جان کر صخر جنّی آپ کی کرسی پر بیٹھ گیا اور کچھ دنوں حکومت کی اسی امر کی طرف اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے۔
وَاَلۡقَیۡنَا عَلٰی كُرۡسِیِّهٖ جَسَداً(ص. ۳۴)
اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک جثہ کو ڈال دیا
اس جثہ سے صخر جنی مراد ہے پھر سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور اپنے ملک پر مسلط ہو گئے
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ یہود کا گھڑا ہوا ہے یہود آپ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں اور آپ کو جادوگر سمجھتے ہیں اس قصہ خبیث کو فرقہ حشویہ نے یہود سے نقل کیا ہے جو بالکل بے اصل ہے۔ آیت مذکور کے معنے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے یہ ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں ایک رات اپنی بیبیوں سے اس غرض سے جماع کروں گا کہ ان میں سے ہر ایک کو لڑکا پیدا ہوا اور وہ مجاہد فی سبیل اللہ بنے مگر آپ نے اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ ان بیبیوں میں سے ایک بی بی حاملہ ہوئیں اور ایسا بچہ پیدا ہوا جس کا کوئی عضو کامل نہ تھا اور بالکل بے حس و بے حرکت تھا اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَلۡقَیۡنَا عَلٰی كُرۡسِیِّهٖ جَسَدا
ساتویں وجہ یہ ہے کہ حشویہ نے ذکر کیا ہے کہ یونس علیہ السلام سے بھی گناہ صادر ہوا ہے اس کا بیان اس طرح پر کیا ہے کہ

یونس علیہ السلام غضبناک نکلے اور یہ خیال کیا کہ اللہ جل وعلا ان پر قادر نہیں ہے اور اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شبہ کرنا کفر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یونس علیہ السلام اپنی جاہل اور سرکش قوم کے جور و جفا سے تنگ ہو کر نکل کئے گئے تھے ان کا غصہ و غضب اپنی نادان اور ظالم قوم پر تھا نہ کہ اللہ جل شانہ پر۔ اور نیز اس خیال سے بھی سفر کیا کہ دوری کی وجہ سے قوم کو ان پر ظلم کرنے کی قدرت نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلاۃ اللہ والتسلیم کو جو یہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (القلم۔۴۸)

تم یونس علیہ السلام جیسے مت بنو

اس کا یہ معنی ہے کہ تم کفار کے ظلم و ایذا پر صبر کرو اور مثل یونس علیہ السلام کے بغیر حکم خدا بے صبری کے ساتھ قوم سے نہ نکلو اسی لغزش پر اطلاع پانے کے بعد آپ نے اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اپنے کو ظالمین میں شمار فرمایا۔ غرض اس لغزش کی وجہ سے آپ نے توبہ کی اس صورت میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یونس علیہ السلام سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہوا ہے۔

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی کئی امور صادر ہوئے ہیں۔

پہلا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (الضحیٰ۔۷)

آپ کو بھٹکے ہوئے پایا پھر راہ دکھادی

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نبوت کے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں متردد تھے آپ کو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھادی اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں دوسری جگہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی اس اعتراض کی تردید کی ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم۔۲)

تمہارا صاحب بھٹکا ہوا اور گمراہ نہیں ہے

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں ضلالت کے معنے گمراہی کے نہیں ہیں۔

دوسرا امر یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کی سرکشی اور روگردانی کا یقین ہو گیا اور اس سے آپ کو سخت حزن و ملال ہونے لگا آپ نے دل میں یہ تمنا کی کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے کوئی ایسا سامان بنادے کہ اس سے قریش کا دل نرم ہو جائے اس کے بعد آپ پر سورۂ والنجم اترا آپ نے قریش کی مجلس میں اس کی قراءت کے درمیان لوگوں کو یہ جملہ سنائی دیا۔

اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَا عَتَهُنَّ لَتُرْجٰى

کیا تم نے لات و عزیٰ کو دیکھا ہے اور ان کا تیسرا منات ہے یہ بزرگ اور برتر لوگ ہیں ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔

جب ان جملوں کو قریش نے سنا بہت خوش ہوئے کیونکہ ان جملوں سے ان کو یہ علم ہو گیا کہ ان میں ان کے بتوں کی توصیف ہے اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ قریش نے آپ کی طرف سے ایسے فقرات کہنے کی آواز سنی جن کی میں نے تلاوت نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس سے بڑا حزن و ملال ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کے دفع

کرنے کے لئے یہ آیت اتاری۔

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَسُوۡلُ وَلاَ نَبِيٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰى اَلۡقَى الشَّيۡطَانُ فِيۡ اُمۡنِيَّتِهِ (الحج. ۵۲)

ہم نے جس رسول و نبی کو بھیجا ہے جب اس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں اپنی طرف سے القا کیا۔

اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے

پہلی وجہ یہ ہے کہ بعض نے بیان کیا ہے کہ سورہ نجم کی قراءت کے وقت شیطان نے آنحضرت ﷺ کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملادی جس سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ آپ سے یہ جملے صادر ہوئے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان جملوں میں استفہام انکاری ہے اور حرف استفہام محذوف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کلام عرب میں ہمزہ استفہام کا حذف متعارف و مشہور ہے۔ عام ازینکہ کلمہ ام سے پہلے ہو یا پیچھے۔ چنانچہ عمرو بن ابی ربیعہ کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

بَدَالِيۡ مَنۡهَا مِعۡصَم" حِيۡنَ جَمَرَّتۡ وَكَف" خَضِيۡب" زُيِّنَتۡ بِبَنَانِ

فوَللّٰه مَا ادۡرِى وَاِنۡ كُنۡتُ دَارِيَا بِسَبۡعِ رَمَيۡنَ الۡجَمِيۡرَ اَمۡ بِثَمَانِ

جب وہ رمی جمار کرنے لگی تو اس کی کلائی سرخ ہتھیلی جو انگلیوں سے مزین تھی مجھ پر ظاہر ہوئی پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں گو سمجھ والا ہوں تا ہم یہ نہیں سمجھا کہ سات بار اس نے رمی جمار کئے یا آٹھ بار

اس شعر میں تقدیر کلام یہ ہے کہ **بسبع رمين الجمرام بثمان**

شاعر کے کلام میں ام موجود ہے اور اس کے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہو گیا ہے اور کمیت کہتا ہے

طَرَبۡتُ وَمَا شَوۡ قِيۡ اِلَى الۡبَصِيۡرا طَرَبُ

وَلاَ لِعُبًا مِنِّى وَزُوا الشَّبَابُ يَلۡعَبُ

میں خوش تو ہوں لیکن گورے رنگ والیوں کے شوق میں خوش نہیں ہوں اور نہ لہو ولعب کے خیال سے خوش ہوں۔ کیا بڈھا بھی لہو لعب کرتا ہے۔

اصل میں اَذُو اشیب ہے اس میں ہمزہ محذوف ہے اور ام بھی موجود نہیں ہے عمرو بن ابی ربیعہ کہتا ہے

ثُمَّ قَالُوۡا تُحِبُّهَا قُلۡتَ بَهۡرًا

عَدَدَ الرَّمۡلِ وَالۡحَصَى وَالتُّرَابُ

لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو اوس کو چاہتا ہے تو میں نے جواب دیا کہ اس کو بیحد چاہتا ہوں جیسا کہ ریت اور کنکروں اور مٹی کی حد نہیں میری چاہ کی بھی حد نہیں اس کی محبت مجھ پر غالب آ گئی ہے

تقدیر کلام یہ ہے اَتُحِبُّهَا غرض ہمزۂ استفہام کبھی ام کے مقابلہ میں حذف ہوتا ہے اور ام سے پہلے ہوتا ہے اور کبھی محذوف ہوتا ہے اور ام پر مقدم نہیں ہوتا مثلاً کمیت کے شعر میں۔

حاصل یہ ہے کہ ہمزہ استفہام کا حذف کلام عرب میں متعارف ہے اس تقدیر پر جملۂ تلک الغرانیق الخ کے یہ معنے بن جائیں گے کہ کیا یہ اصنام بلند و برتر ہیں اور کیا ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے۔ جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ یہ روایت حشویہ اور ملاحدہ کے

جھوٹی کہانیوں سے ہے جن کو یہود نے گھڑا ہے جو بالکل بے اصل ہے۔

تیسرا امر قصہ زید و زینب رضی اللہ عنہما ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ زینب رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی چچیری بہن تھیں ان کا اوران کے والدین کا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح ہوگا کیوں کہ اعلیٰ نسب رکھتی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے زیدؓ سے ان کا نکاح کر دینے کی تجویز کی آنحضرت ﷺ زید رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے کہ یہ آپ کے متبنیٰ تھے بہت چاہتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی یہ تجویز زینب رضی اللہ عنہا کے والدین پر ظاہر ہوئی تو اس سے وہ سخت ناخوش ہوئے کیونکہ زید رضی اللہ عنہ گو ذی نسب تھے تاہم رسول اللہ ﷺ کے متبنیٰ تھے جب اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری۔

وَمَا كَانَ لِمُومِنٍ وَلاَ مُوْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَ ةُ مِنْ اَمْرِهِمْ(الاحزاب ۳۶)

مومن مرد عورت کے لئے جبکہ اللہ اوراس کے رسول نے کسی امر کا تصفیہ کر دیا تو اختیار باقی نہیں رہتا۔

تو زینب رضی اللہ عنہا کے والدین راضی ہوگئے اور زید سے آپ کا نکاح ہوگیا چونکہ زینب رضی اللہ عنہا شوہر سے ناخوش تھیں اور عالی نسب ہونے سے ان کی وقعت نہیں رکھتی تھیں ہمیشہ آپس میں جھگڑا رہتا تھا۔ آخر میں یہ نتیجہ نکلا کہ زید تنگ ہو کر ان کو طلاق دینے پر آمادہ ہوگئے گو رسول اللہ ﷺ ان کو طلاق دینے سے روکتے تھے مگر انہوں نے طلاق دیدی۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح ناجائز تھا اللہ تعالیٰ نے اس بیہودہ رسم کو مٹانے کے لئے یہ حکم دیا کہ زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے آپ نکاح کرلیں آپ نے اس حکم کو مخفی رکھا تھا اس خیال سے کہ عرب یہ طعن کریں گے کہ آپ نے اپنے متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔ آپ نے اس کو راز میں رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا تا آنکہ اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری۔

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ(الاحزاب ۔۳۷)

تم لوگوں سے ڈرتے ہو۔ اورحق یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے ہو۔

حشویہ کا اس پر اعتراض ہے کہ آپ نے فرمان حق تعالیٰ کو مخفی رکھا اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھپانا گناہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نزول آیت کا انتظار تھا جب آیت مذکورہ اتری تو آپ نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ اس کے علاوہ دیگر امور جو اس قصہ میں ذکر کئے گئے ہیں وہ سب یہود کی جھوٹی کہانیاں اور من گھڑت ہیں۔

چوتھا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں فرمایا ہے،

عَفَا اللّٰهُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ(التوبة۔ ۴۳)

اللہ تجھے معاف کرے ان کو تو نے کیوں اجازت دی۔

حشویہ کہتے ہیں کہ عفو صدور گناہ کے بعد ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عفا اللہ عنک کے خطاب میں تلطف ہے اور لم اذنت لھم سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سے ترک اولیٰ کا صدور ہوا تھا اور وہ یہی تھا کہ بعض لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم بالکل بے سروسامان ہیں آلات حربیہ ہمارے پاس موجود نہیں ہیں ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم مدینہ میں رہیں یہ واقعہ جنگ تبوک کا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی۔ غرض یہ لغزش مصالح دنیویہ یعنے تدبیر جیوش سے متعلق ہے جس میں یہ لغزش ترک اولیٰ سے زیادہ متصور نہیں ہوتی۔ اور نیز عفو کے بعد عتاب متصور نہیں ہوسکتا

پس یہ اعتراض درست نہیں ہے۔

پانچواں امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَوَضَعْنَا عَنکَ وِزْرَکَ الَّذِی اَنْقَضَ ظَھْرَکَ(الانشراح ۲،۳)

ہم نے تیرے بوجھ کو اتار دیا جس نے تری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

وزرے کے معنے گناہ کے ہیں اور پیٹھ کا ٹوٹ جانا گناہ کے کبیرہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ وزر سے مراد اس مقام میں ثقل ہے اور ثقل سے حزن وملال مراد ہے جو رسول اللہ ﷺ کو قریش کے اصرار اور ہٹ دھرمی سے رہتا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے اس بوجھ کو اتار دیا اور تمہارے ذکر کو ہر جگہ بانگ وصلوٰۃ یا آپ کے عام اخلاق کے شہرہ سے مشہور کر دیا۔آیت کریمہ

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا(الانشراح.۵،۶)

بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے

اسی کی توجیہ کی تائید دیتی ہے

چھٹا امر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں فرمایا ہے کہ ہم نے تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے چنانچہ فرماتا ہے

لِیَغْفِرْلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ(الفتح. ۲)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پچھلے گناہوں کو بخشد یوے

اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذنب سے مراد ترک اولی ہے کیونکہ ترک اولی انبیاء علیہم السلام کے حق میں گناہ ہے اور اس گناہ سے مراد وہ ترک اولیٰ ہے جس کا صدور نبوت کے پہلے نہ ہوا تھا یعنے نبوت کے پہلے جو لغزشیں آگے پیچھے آپ سے صادر ہوئی تھیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے بخشدیں۔

حاصل یہ ہے کہ ان ملحدانہ اور مصنوعی اعتراضات واہیہ کی جو حشویہ نے انبیاء علیہم السلام پر کیا ہے وضاحت کے ساتھ تردید کر دی گئی اور عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ صاف ہو گیا جس شخص نے اس کے برخلاف اعتقاد رکھا وہ حشویہ وملاحدہ سے ہے۔

فصل: مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی عصمت کئی وجہ سے ثابت ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ جو سنین ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

فَبَایِعُوْہُ وَلَوْ حَبْواً عَلٰی الثَّلَجْ فَاِنَّہُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُ

اس سے بیعت کروا گر چہ تم کو برف کے ٹیلوں پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے،

جو شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو اور لوگوں کو ہدایت کرنے پر من جانب اللہ مامور ہو تو اس کی اتباع واجب ہوگی اگر وہ اپنے دعوے میں معصوم نہو تو اس کی اتباع واجب نہ ہوگی مگر بائعوا جو صیغۂ امر ہے بلا قرینہ صارفہ ہے جو وجوب اتباع کا مثبت ہے پس خلیفۃ اللہ کی عصمت واجب ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

کَیْفَ تَھْلَکُ اُمَّتِی اَنَا اَوَّلِھَا وَعِیْسٰی آخَرِ ھَا وَالْمَھْدِیُ مِنْ اَھْلِ بَیْتِی فِیْ وَسَطِھَا

میری امت کیوں کر ہلاک ہوگی میں اول امت میں ہوں اور عیسیٰ آخر امت میں اور مہدی جو میری اولاد اور میری اہل بیت سے ہیں درمیان اُمّت ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ امت اجابت کی ابتداء میں ہادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آخر امت میں عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ہادی امت ہیں اور درمیان میں امت مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام ہادی امت ہیں ان میں سے رسول اللہ ﷺ داعی الی اللہ اور ہادی دین میں اور مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام داعی الی اللہ اور خاتم دین اور شریعت رسول اللہ ﷺ کے مبین اور ناصر ہیں۔ آپ داعی الی اللہ اس وجہ سے ہیں کہ آپ نے عام بدعتوں کو جو اسلام میں داخل ہوگئیں تھیں مٹادیا۔ اور مبین شریعت اس وجہ سے ہیں کہ آپ نے احکام احسان کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوت کی اور عامتہ الناس میں تبلیغ فرمائی اور اسی مضمون کے سلاطین وامراء کے نام فرمان لکھے۔ اور خاتم دین اس وجہ سے ہیں کہ آپ نے احکام احسان (ولایت محمدیہ مقیدہ) کی طرف تمام افراد انسان کو بلایا اور ان احکام قدسیہ البتہ کا اپنے بیان وتبلیغ سے اختتام فرمایا اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خاتم دین فرمایا ہے ہم نے اس مسئلہ کو تنویر الہدایہ اور دیگر رسالوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ آپ ناصر دین اس وجہ سے ہیں کہ آپ نے عام بدعتوں کو جو اسلام میں داخل ہوگئیں تھیں مٹادیا۔ اور مبین شریعت اس وجہ سے ہیں کہ آپ نے شریعت حقہ کو بیان فرمایا اور ضعیف مسائل پر عمل کرنے سے ممانعت کی اور اپنے مصدقین کو فرمایا کہ مسائل عزیمت پر عمل کریں اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ناصر دین ہیں آپ امت محمدیہ کو دجال کے فتنوں سے بچائیں گے اور اس کو قتل کریں گے۔

غرض امت محمدیہ سے گمراہی کا ازالہ انہیں ذوات متبرکہ کی ہدایتوں پر موقوف ہے پس اس وجہ سے کہ یہ ہادی اور اپنے زمانہ میں داعیان مستقل ہیں ان کی عصمت واجب ہے،

تیسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی علیہ الصلاۃ والسلام کی شان مبارک میں ارشاد فرمایا ہے۔

https://theimammehdi.com

اَصۡلَحَہ اللّٰہَ فِیۡ لَیۡلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ

اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح ایک رات میں فرمائے گا

یہ حدیث جامع ترمذی میں مروی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا معلم بلا واسطہ اللہ جل شانہ ہے اس صورت میں ممکن نہیں ہے کہ آپ سے صدور خطا کا احتمال بھی پیدا ہو سکے یہ نصوص نقلیہ اس امر پر برہان روشن ہیں کہ آپ سے صدور خطا ممکن نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ طحطاوی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں فرمایا ہے۔

اَلۡمَھۡدِیُ مِنِّی یَقۡفُوۡا اَثَرِیۡ وَلاَ یُخۡطِیۡ

مہدی میری اولاد سے ہیں میرے نشان قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے

یہ حدیث مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی عصمت پر نص صریح ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورۂ امور سے ثابت ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام داعی مستقل ہونے کی وجہ سے عقلاً معصوم ہیں اور احادیث مذکورہ کی وجہ سے نقلاً معصوم ہیں۔ غرض رسول اللہ ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں دو شخص معصوم ہیں اول مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام ہیں آپ کی معصومیت امور مذکورہ منصوصہ کی وجہ سے اور نیز داعی مستقل ہونے کی وجہ سے ہے دوسرے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ہیں آپ کی معصومیت کی یہ وجہ ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں نبی اور داعی الی اللہ تھے اور ہر داعی الی اللہ کا معصوم ہونا واجب ہے اس لئے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے زمانہ میں اور بعد نزول معصوم ہیں مگر جب امت محمدیہ میں آپ کا نزول ہوگا تو شریعت محمدیہ کی تبلیغ کریں گے بعد نزول اگرچہ آپ داعی نبوت نہ ہوں گے تاہم بالاتفاق آپ منصب نبوت سے معزول نہیں ہیں آپ کی عصمت ان دونوں زمانوں میں ثابت ہے حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ میں نازل ہونے کے بعد آپ داعی مستقل نہیں ہیں بلکہ ناصر دین اسلام اور حامی شریعت محمدیہ ہیں ان دو کے سوا امت محمدیہ میں کوئی تیسرا شخص معصوم نہیں ہے ہمارا اور اہل سنت کا یہی اعتقاد ہے اب ہم اس فصل کو یہاں ختم کرتے ہیں۔

فصل :۔اس بیان میں کہ صحابہٗ خاتمین علیہما الصلاۃ والسلام معصوم ہیں یا نہیں۔

پہلے فصول میں یہ امر ثابت کیا گیا ہے کہ عصمت کی دو قسمیں ہیں عقلی و نقلی۔عصمت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل کسی خاص شخص کی نسبت کسی خاص وجہ سے یہ تسلیم کرے کہ اس کا معصوم ہونا واجب ہے مثلاً مدعی نبوت یا مہدیت کے لئے عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس کا معصوم ہونا واجب ہے کیونکہ اگر وہ صفت کذب وکفر وفسق سے موصوف ہوگا تو اس کا یہ عظیم الشان دعوی قابل تسلیم نہ ہوگا۔کاذب اس وجہ سے نہ ہونا چاہئے کہ کاذب کا قول کذب کی وجہ سے جب دنیاوی امور میں مردود ہے تو امور دینی میں اس کا قول کس طرح قابل تسلیم ہوگا۔پس داعی کا صادق القول ہونا واجب ہے اور کافر ومشرک اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ کافر ومشرک باوجود اپنے کفر وشرک کے اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف لوگوں کو کس طرح بلائے گا۔اس لئے اس کا مومن وموحد ہونا واجب ہے اور فاسق اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ فاسق اور عاصی کی ہیبت وعظمت فسق کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے اگر داعی فاسق ہوگا تو اس وجہ سے کہ ساقط الوقار ہے اس کے ابنائے جنس میں اس کا قول موثر نہ ہوگا۔غرض ایسے مدعی کا صادق وموحد وصالح ہونا واجب ہے۔ان وجوہ سے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی عصمت عقلاً ثابت ہے۔

عصمت نقلی وہ ہے کہ کوئی معصوم سابق کسی شخص لاحق کے حق میں یہ بیان کرے کہ یہ شخص معصوم ہوگا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے حق میں فرمایا کہ مہدی جو میری اولاد سے ہے خلیفۃ اللہ ہے اور نیز فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطے کے اس کا معلم ومصلح ہے۔چنانچہ **اصلحه الله فی لیلة واحده** کے الفاظ سے یہ امر ثابت ہے اور نیز فرمایا کہ مہدی دافع ہلاکت امت ہے اور نیز فرمایا کہ مہدی معصوم ہے ان سب روایتوں کا بیان فصل سابق میں ہوا ہے ان روایتوں سے مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی عصمت نقلی ثابت ہے اور اس وجہ سے کہ آپ داعی الی المہدیۃ اور داعی الی اللہ ہیں۔آپ کی عصمت عقلی ثابت ہے جس کا ابھی بیان ہوا ہے۔اب غور کرنا چاہئے کہ صحابہ نبوت وولایت رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ امور پائے جاتے ہیں یا نہیں۔واضح ہو کہ صحابہ نبوت کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ ختم نبوت کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص دعوتِ نبوت کرے۔پس عصمت عقلی جو داعی نبوت کے لوازم سے تھی منتفی ہوگئی۔اب رہی عصمت نقلی وہ ان کے حق میں مروی نہیں ہے اور صحابہ ولایت کی بھی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ نبوت پہلے ہی ختم ہوگئی اور دعوت مہدیت مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام پر ختم ہوگئی اس کے ساتھ عصمت عقلی کا انتفا بھی ہوگیا کیونکہ یہ دعوت کے لوازم سے ہے۔اب امت محمدیہ میں جو شخص دعوت نبوت یا ولایت کریگا وہ جھوٹا اور دجال ہوگا۔اب رہی عصمت نقلی وہ بھی صحابی ولایت کے حق میں منصوص نہیں ہے کیونکہ جب منصب مہدیت ختم ہوگیا تو اس کی دعوت بھی ختم ہوگئی اور سا کے لوازم بھی ختم ہوگئے۔پس نص عصمت کا کوئی محل نہ رہا۔چونکہ عصمت عقلی ونقلی صحابہ نبوت وولایت کے حق میں منتفی ہے اس لئے صحابہ نبوت کے وولایت کے حق میں عصمت کا اعتقاد رکھنا باطل ہے اور یہی حکم آئمہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے کیونکہ ان حضرات کے حق میں بھی نہ عصمت عقلی ثابت ہے نہ عصمت نقلی منصوص لہذا ان حضرات کرام کی بھی عصمت ثابت نہیں ہے اور یہی اعتقاد ہمارے سلف صالحین اور اہل سنت کا ہے۔حاصل یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کرام کا یہ اعتقاد ہے کہ ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے سوائے کوئی شخص معصوم نہیں ہے اگر کسی نے اس کے برخلاف اعتقاد رکھا یعنی صحابی یا ائمہ اہل بیت سے کسی

https://theimammehdi.com

امام کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھا تو وہ اعتقاد بے دلیل ہے اور جو اعتقاد بے دلیل ہے وہ باطل ہے پس کسی صحابی وغیرہ کے حق میں معصومیت کا اعتقاد رکھنا باطل ہے۔ اگرچہ ہمارے اس بیان سے ثابت ہے کہ صحابہ نبوت کو صحابہ ولایت اور سیدین رضی اللہ عنہم کی عصمت کا اعتقاد رکھنا باطل ہے تاہم اس مقام میں صحابہؓ ولایت رضی اللہ عنہم کی معصوم نہ ہونے پر چند دلیلیں ذکر کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ روایت قوم میں مشہور ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام سے مسائل شرعیہ کا استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسائل شرعیہ میں بھائیوں نے موشگافی کی ہے ان میں عالیت اختیار کرو اور رخصت کو چھوڑ دو اس روایت کریمہ میں بھائیوں سے مجتہدین امت رحمہم اللہ مراد ہیں۔ اس فرمان مقدس سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو جن میں سیدین رضی اللہ عنہما بھی داخل ہیں مسائل آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اجماعاً یہ امر محقق ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ غیر معصوم ہیں۔ اگر صحابہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام رضی اللہ عنہم معصوم ہوتے تو مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام حضرات معصومین کو غیر معصومین کی اتباع کا حکم نہ فرماتے۔ کیونکہ بالاتفاق معصوم کو غیر معصوم کی اتباع جائز نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اجماع اور محضرے ہوتے تھے اگر صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم ہوتے یا ان میں سیدین رضی اللہ عنہما معصوم ہوتے تو اجماع اور محضروں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیونکہ معصوم کا ہر قول و عمل جو امور دینیہ سے متعلق ہے واجب العلم و واجب العمل ہے پھر اجماع اور محضروں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی دلیل صحابۂ نبوت کے انتفاء عصمت پر بھی قائم ہوسکتی ہے۔ مگر قومی نقلیات مثلاً انصاف نامہ وغیرہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ سیدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں اجماع و محضرے ہوا کرتے تھے اور ان پر احکام کا ترتب ہوتا تھا چنانچہ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کا محضرہ مشہور ہے۔ یہ محضرہ میاں لاڑ شاہ رضی اللہ عنہ کے خلاف میں ہوا تھا جس پر ثانی مہدی رضی اللہ عنہ اور بندگی میاں رضی اللہ عنہ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ اگر سیدین رضی اللہ عنہما معصوم ہوتے تو ان معصوموں کا قول کافی ہو جاتا اور محضرہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اسی طرح انصاف نامہ میں اور محضروں اور اجماعوں کا بھی ذکر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایسی روایتیں جن میں اجماع اور محضروں کا ذکر ہے اگر صحیح ہیں تو سیدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی معصومیت قطعاً ثابت نہ ہوگی۔ اور اگر یہ روایتیں غیر صحیح ہیں تو مذکورہ کتابوں سے ان روایتوں کا اخراج ضروری ہے۔ تاہم جب وجہ عصمت عقلی و نقلی سیدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں ثابت نہیں ہے تو ان کو معصوم کہنا ناجائز ہوگا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ معصوم کو اس کے ہر قول و عمل کے صحت پر وثوق ہوتا ہے کیونکہ وہ القاء والہام الٰہی کے بعد کہتا بھی ہے اور کرتا بھی ہے۔ اس لئے اس کو اپنے ہر قول و عمل کے صحیح اور بے خطا ہونے پر اطمینان کلی ہوتا ہے اسی واسطے شرائع واحکام میں اس کو کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ان چیزوں میں اس کو کسی سے مشورہ کرنا جائز ہی نہیں ہے۔

آیت وَشَاوِرْ هُمْ الْاَمْرِ کا یہ معنے نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو احکام دین میں مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ آپ امور معاش و ترتیب جیوش اور دیگر انتظامی امور میں مشورہ فرمائیں۔ کیونکہ امور دین کی تنفیذ وحی والہام پر موقوف ہے اس زمانہ میں مجال نہیں ہے کہ عقل انسانی رائے دے سکے۔ مگر ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ دو ہفتہ میں مجلس کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے کہ تم میرے اقوال واعمال میں غور کرو اگر ان میں کوئی چیز سیرت مہدی موعود

https://theimammehdi.com

علیہ الصلاۃ والسلام کے برخلاف ہوتو اس سے مجھے اطلاع دو تا کہ میں اس کی اصلاح کرلوں الخ۔ اگر آپ معصوم ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اس طرح کا استفسار نہ فرماتے کیونکہ امور دینی میں شخص معصوم کا ہر قول وعمل وحی والہام الٰہی کے بعد صادر ہوتا ہے اس لئے اس کو جائز نہیں ہے کہ وہ غیر معصومین سے اپنے قول وعمل کی تصحیح کرے اسی طرح انصاف نامہ میں بھی ایسی روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ بندگی میاں رضی اللہ عنہ بھی محضرے کرتے تھے اوران پر احکام مرتب فرماتے تھے چنانچہ اس کتاب میں اس مضمون کے محضرے موجود ہیں کہ غرض ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ احکام کے ترتب میں محضروں کا وقوع موثر تھا۔ ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہ تھے کیونکہ اگر وہ معصوم ہوتے تو ان کا خود قول وعمل حجت ہو جاتا اور محضروں اور اجماع کی ضرورت نہ ہوتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے سیدین رضی اللہ عنہما کی شان میں فرمایا ہے کہ میراں سیدین محمود میاں سید خوندمیر سے کوئی فعل ضعیف صادر نہ ہوگا۔ مگر دین کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور بندہ پر ہے۔ واضح ہو کہ کتاب اللہ سے دو آیتیں مراد ہیں جن میں کنایہ اور تشابہ نہ ہو۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے حدیث مشہور ومتواتر مراد ہے۔ کیونکہ تشابہ وکنایہ سے احکام شرعیہ کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ اور نیز خبر واحد سے اصول دین کا اثبات نہیں ہوتا۔ اور مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام چونکہ داعی الی اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں آپ کے قول وعمل سے اصول دین وفروع دین کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔

اس روایت میں دو فقرے ہیں پہلا یہ ہے کہ سیدین رضی اللہ عنہما سے فعل ضعیف صادر نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ سے عمل قوی صادر ہوگا۔ اس کے لئے عدم امکان خطا لازم نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں ملازمت نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اقویٰ ہے مگر باوجود اس بشارت کے آپ کے عمل میں امکان صدور خطا کا انتفا نہیں ہے۔ اسی واسطے حضرات مجتہدین رحمہم اللہ نے اتفاق فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہیں کیونکہ عقل ونقل سے ان کے حق میں کوئی جہت عصمت موجود نہیں ہے حاصل یہ ہے کہ قوی عمل کرنے والے سے صدور خطا کا احتمال ممکن ہے۔ پس یہ فقرہ سیدین رضی اللہ عنہما کی عصمت پر دلیل نہیں ہوسکتا۔ غرض جو صحابہ اور اہل بیتؓ کی عصمت کا معتقد ہے وہ رافضی ہے۔ دوسرے فقرے کا یہ مطلب ہے کہ دین امور قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے اور کتاب اللہ وسنت متواتر رسول اللہ ﷺ اور قول وفعل متواتر مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام امور قاطعہ ہیں۔ پس ان سے ہی امور دین ثابت ہوں گے اور چونکہ سیدین رضی اللہ عنہما کی عصمت امور مذکورہ اور اس روایت کے پہلے فقرے سے ثابت نہیں ہے امور دینیہ میں ان کا قول حجت نہ ہوگا۔

https://theimammehdi.com

فصل:۔قول صحابی کے بیان میں

قول صحابی کے حجت ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قول اصحابی مطلقاً حجت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عبادات میں اگر قول صحابی قیاس سے مخالفت ہے تو حجت ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ عام صحابہ کا یہ قول حجت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کا قول حجت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اقتدو بالذین من بعدی ابابکر وعمراً

میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو۔

بعض کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین کا قول حجت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی

تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت اختیار کرو

بعض کہتے ہیں کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں ہے امام غزالی کہتے ہیں کہ یہ سب اقوال باطل ہیں کیونکہ جن لوگوں پر سہو اور غلطی کا امکان ثابت ہے اور عقلاً ونقلاً ان کی عصمت ثابت نہیں ہے تو باوجود عدم عصمت کے ان کا قول کیوں کر حجت ہوگا ونیز بغیر حدیث متواتر کے ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ باطل ہوگا ونیز ان کی عصمت کیونکر قابل تسلیم ہوگی جن کے سینکڑوں رائیوں میں اختلاف ہے اور نیز ممکن نہیں ہے کہ باوجود معصوم ہونے کے ان کی رائیوں میں اختلاف ہو بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو باوجود اس کے کہ دیگر صحابہ ان کی رائیوں سے اختلاف کرتے تھے اتفاق رہتا تھا چنانچہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں پر جو ان کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے یہ حکم کرتے تھے کہ وہ اپنے اپنے اجتہاد ذاتی پر عمل کریں۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے مخالفین کی طرف سے پانچ شبہ مشہور ہیں۔ پہلا شبہ یہ ہے کہ اگر چہ ان کی عصمت ثابت نہیں ہے تاہم جب ہم نے ان کے قول کی اتباع کرلی ہے تو یہ اتباع ہم پر لازم ہوگی جیسا کہ راوی غیر معصوم کی خبر واحد کی اعمال میں اتباع کی جاسکتی ہے لیکن اعتقادیات میں اس کا قول حجت نہیں ہوسکتا اعمال میں خبر واحد پر عمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اصَحابی کالنجوم بایھم اقتَدَیُتم اھتدیتم

میرے اصحاب مثل نجوم ہیں جس کی تم پیروی کروگے راہ پر آ ؤگے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب عوام کے لئے ہے جن کو استنباط فتویٰ کی قوۃ نہیں ہے ان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس صحابی کی اقتداء چاہیں کریں مگر اس حکم میں صحابہ داخل نہیں ہیں کیونکہ ان کو دوسرے صحابی سے اختلاف کرنا جائز ہے چنانچہ اس کا بیان ابھی گذرا۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں جس طرح صحابہ حکم حدیث مذکور میں داخل نہیں ہیں اسی طرح علماء بھی حدیث مذکور کے حکم سے خارج ہیں اور نیز حدیث اصحابی کا لنجوم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی اقتداء واجب ہے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی نے ان میں سے کسی کی اتباع کی تو وہ ہدایت پائے گا غرض عوام ان میں سے جس کی چاہیں اتباع کرسکتے ہیں۔

ان کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ اگر سب صحابہ کی اتباع واجب نہیں ہے تو خلفاء راشدین کی اتباع واجب ہوگی کیونکہ **علیکم بسنتی** کے الفاظ وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر خلفاء راشدین کی اتباع واجب ہے تو دیگر صحابہ پر اجتہاد حرام ہوگا حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ اصحاب ان کے خلاف میں اپنے اجتہاد کی تصریح کرتے تھے اب رہی حدیث **علیکم بسنتی** اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے عام خلائق کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ خلفاء راشدین کی خلافت کو تسلیم کریں اور عدل وانصاف میں ان کے نہج پر چلیں اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے عام اخلاق اور ان کی فقر و مسکنت میں ان کی سیرت اختیار کریں اور ان کے احکام نافدۃ کا خلاف نہ کریں۔ یہ سب چیزیں عوام صحابہ کے حق میں ضروری ہیں مگر علماء صحابہ کو ان کے خلاف میں اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے چنانچہ اوپر گذرا۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ اگر خلفاء راشدین کی اتباع واجب نہیں ہے تو ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اتباع واجب ہے اس کے جواب میں کئی وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ جب عقلاً و شرعاً ان کی عصمت ثابت نہیں ہے تو ان کی اقتداء عقلاً و شرعاً واجب نہ ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مجتہدین امتہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اصول شرع چار ہیں کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اجماع اور قیاس اور بیان کیا ہے کہ یہی چار چیزیں دلائل شرعیہ ہیں اگر قول ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دلائل شرعیہ سے ہوتا تو اصول شرع پانچ ہوتے مگر کسی مجتہد نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اصول شرع پانچ ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کے اجتہاد سے اختلاف جائز ہے تو پھر اتباع واجب نہ ہوگی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء اصول میں واجب ہوگی یا فروع میں اگر یہ مراد ہے کہ ان دونوں کی اقتداء اصول میں واجب ہے تو دیکھنا چاہئے کہ ان کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق ہے یا مخالف۔ اگر موافق ہے تو ان کی اتباع عین اتباع کتاب وسنت ہوگی نہ کہ ان کے حکم کی اور اگر مخالف ہے تو حکم کتاب اللہ اور حکم سنت کے مقابلہ میں قول صحابی متروک ہوگا اور نیز ان دونوں کا قول اگر اجماع قطعی کے مقابل ہوگا تاہم متروک ہوگا کیونکہ قول صحابی اجماع قطعی کے مقابلہ میں ظنی ہے اور اجماع قطعی ہے تو قطعی کے مقابلہ میں ظنی کا ترک واجب ہے اور اگر اقتداء سے فروع میں اقتداء مراد ہے تو اس میں بھی یہی بحث وارد ہوگی۔ غرض اس وجہ سے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اگر اصول مذکورہ سے مزاحم نہ ہو تو زوائد اعمال میں اس سے حجت ہوگی مثلاً تراویح کا جماعت سے پڑھنا وغیرہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول بھی دلائل شرعیہ میں داخل ہے کیونکہ علم الفرائض میں نانی کا چھٹا حصہ آپ ہی کے حکم سے تقرر پایا ہے۔ اور یہ امر مشہور ہے۔

اس کا جواب یہ ہے یہ خیال غلط ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے چھٹا حصہ نانی کا اپنی ذات سے مقرر کیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ نانی نے جب اپنی بیٹی کی میراث سے اپنا حصہ مانگا تو آپ نے فرمایا کہ تو تھوڑا سا توقف کرتا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرلوں کیونکہ کتاب اللہ میں تیرے حصہ کا تعین نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی میں نے اس مسئلہ میں کوئی بات نہیں سنی ہے۔ پھر ابوبکر صدیق

نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مشورہ فرمایا ان میں سے مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے نانی کو چھٹا حصہ دیا تھا مغیرہ سے آپ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اس شہادت میں کوئی دوسرا شخص بھی شریک ہے تو محمد ابن سلمۃ رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ مجھے بھی یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نانی کو چھٹا حصہ دیا تھا اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نانی کو چھٹا حصہ دیدیا ہمارے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نانی کو چھٹا حصہ سنت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے دیا ہے نہ کہ اپنی رائے سے پس اعتراض مذکور باطل ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسئلہ میراث میں ایک ایسی صورت پیش آئی کہ ورثہ پر حصص مال کی پوری تقسیم نہیں ہوسکتی تھی اس لئے آپ نے صحابہؓ رضی اللہ عنہم سے مشاورت کی ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عدد مقسم میں زیادتی کرنی چاہئے جس سے ورثہ پر پوری تقسیم ہوجائے گی۔ اس کو اصطلاح علم الفرائض میں عول کہتے ہیں۔ سب صحابہ نے اس کو تسلیم کیا عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے اشارہ کے موافق عدد مقسم کو بڑھادیا اور وہ پورے ورثہ پر تقسیم ہوگیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس رائے سے سخت اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ عول جائز نہیں ہے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ کا یہ اختلاف مخفی تھا اور بعد رحلت عمر رضی اللہ عنہ اس کا ظہور ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے بہت ڈرتا تھا۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے سخت اختلاف کیا بلکہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اختلاف کیا ہے کیونکہ اس جماعت میں عثمان رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وعباس بن عبدالمطلب وابن مسعود وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی تھے جو فقہاء وصحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں غرض ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سب سے مخالفت کی ہے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اگر مسئلہ ترکہ میں عول کی صورت پیش آجائے تو آپ تقسیم ترکہ کس طرح کروگے۔ فرمایا کہ میں ان ورثہ کے حصہ میراث میں نقصان کرونگا جن کا حصہ کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوتا ہے مثلاً بیٹیاں اور بہنیں کیونکہ ان کا حصہ فرض مقدر سے فرض غیر مقدر کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دیگر ورثہ کا حصہ فرض مقدر سے فرض مقدر کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ پس یہ ورثۂ ورثۂ اولیٰ سے قوی ہیں۔ شخص مذکور نے کہا کہ آپ کی رحلت کے بعد آپ کا ترکہ عمر رضی اللہ عنہ کے اصول پر آپ کے ورثہ پر منقسم ہوگا۔ اس تقریر سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوگئے اور فرمایا کہ قائلین عول ہم سے کیوں نہیں مباہلہ کرتے کہ ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ اس مسئلہ میں اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہے تو کتب فرائض دیکھو اس تقریر سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسئلہ عول میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اقتداء نہیں کی اور نہ ان کو کسی نے تارک واجب کہا۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ اگر حاملہ کا شوہر مرجائے تو اس کی عدّت چار مہینے دس یوم نہیں ہے بلکہ اس کے وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت پوری ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق. ۴)

اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل تک ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت ہے کہ سمعیہ اسلمیہ کا جبکہ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد وضع حمل ہوا تو رسول اللہ ﷺ

https://theimammehdi.com

نے اس کو حکم دیا کہ تیری عدت پوری ہوگئی اب تو جس سے نکاح چاہتی ہے نکاح کر سکتی ہے۔ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ وضع حمل کے بعد حاملہ کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔مگر حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ وضع حمل کے ساتھ ہی عدّت پوری نہیں ہوتی بلکہ مدت عدّت اور مدت وضع حمل میں جو مدت زیادہ ہوگی وہی عدّت حاملہ ہوگی فرض کیجئے کہ اگر وضع حمل دو چار روز میں ہو جائے تو چار مہینے دس روز تک اس کو عدّت بیٹھنی چاہئے۔اور اگر چار مہینے دس یوم مدت حمل زیادہ ہے تو وضع حمل تک عدّت حاملہ ہوگی۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ اجتہاد سب صحابہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے بالکل مخالف ہے باوجود اس کے ان دونوں صحابیوں کے اجتہاد پر کسی کا اعتراض نہیں ہے اگر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء واجب ہوتی تو یہ دونوں جلیل القدر صحابی اس اختلاف سے تارک واجب ہوتے۔ اور یہ باطل ہے کیونکہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کسی کے مقلد نہیں ہیں۔اور نہ ان پر کسی صحابی کی تقلید بغیر دلیل واجب ہے۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ مشہور ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کرا دیا کہ متعہ حرام ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اور خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں متعہ جائز تھا اگر قول عمر رضی اللہ عنہ حجت نہ ہوتا تو آپ تحریم متعہ نہ فرماتے۔اس کا جواب یہ ہے کہ متعہ سے خود رسول اللہ ﷺ نے نہی فرمائی ہے۔چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا میں روایت کی ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ انه قال فھی رسول اللہ ﷺ عن اکل المتعة وعن لحوم الحمر الاھلیة یوم خیبر

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے متعہ اور شہری گدھوں کا گوشت کھانے سے خیبر کی لڑائی میں منع کیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ متعہ کی حرمت خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے نہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔

قاضی القضاۃ شیخ ابوالولید ابن رشدؒ نے **ھدایۃ المجتھد** میں لکھا ہے۔

واما نکاح المتعة فانه تواترت الاخبار عن رسول اللہ ﷺ بتحریمه

لیکن نکاحِ متعہ کہ اس کی تحریم رسول اللہ ﷺ کے اخبار متواترہ سے ثابت ہے۔

مگر صحابہ کو اس کے وقت تحریم میں اختلاف ہے بعض سے یہ روایت ہے کہ خیبر کی لڑائی میں اسکی حرمت کی گئی ہے بعض نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے دن اور بعض نے کہا ہے کہ تبوک کی لڑائی میں اور بعض نے کہا ہے کہ حجۃ الوداع میں اس کی حرمت کی گئی اور بعض نے کہا ہے کہ عمرۃ القضاء میں اور بعض نے کہا ہے جنگ اوطاس میں غرض جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور عام فقہاء دیار وامصار کا یہی مذہب ہے کہ متعہ کی حرمت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہوئی ہے۔اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے حکم کا اعلان عام دنیائے اسلام میں فرمایا۔

واضح ہو کہ بعض شاذ اور غریب روایتیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جائز بن عبداللہؓ سے مروی ہیں وہ اس وجہ سے کہ اخبار متواترہ کے مخالف ہیں متروک ہیں۔

ہماری اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء صحابہؓ اور علماء پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اقتداء واجب نہیں

ہے۔

امام غزالی کہتے ہیں کہ جو روایتیں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ قول صحابی حجت ہے ایک امر ظنی ہے اور اصول احکام سوائے دلیل قطعی کے ثابت نہیں ہوتے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کے اس قول کی بناء یہی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جب عصمت ثابت نہیں ہے تو ان کا قول کس طرح حجت ہوگا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ان کی باہمی رایوں میں اختلاف ہو اور یہ بھی قول ہو کہ ہر صحابی مجتہد اپنی اجتہاد کے موافق عمل کرسکتا ہے اسی واسطے اصول شرعیہ چار ہی مقرر کئے گئے یعنے قرآن مجید۔ سنت رسول اللہ ﷺ۔ اجماع اور قیاس۔ اور ہمارے مذہب میں پانچ ہیں یعنے کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ و خبر مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام و اجماع و قیاس۔ اور قول صحابی دلیل شرعی نہیں ہے چنانچہ ہر ایک کتاب اصول فقہ میں یہی ذکر کیا گیا ہے ہاں اگر قول صحابی اصول ثلثہ کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنا دراصل اصول ثلثہ پر ہی عمل کرنا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ صحابی کی تقلید ان اُمور میں واجب ہے جن کی شہرت ان کے زمانہ میں ہوگئی ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور ان امور میں واجب نہیں ہے جن میں اختلاف ہوا ہے اس کا یہ معنی ہے کہ کسی صحابی نے ایک امر میں جواز کا حکم دیا اور دوسرے نے اس کے عدم جواز کا اگر یہ دونوں مجتہد ہیں تو اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کریں اور اگر غیر مجتہد ہیں تو کسی صحابی مجتہد کی رائے پر عمل کریں۔ امام شافعیؒ کی یہ رائے ہے کہ تقلید صحابی واجب نہیں ہے کیونکہ جب اپنے قول کو نبی ﷺ تک مرفوع نہیں کرتا تو اس کا قول اس امر پر محمول نہ ہوگا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہے اور یہی خیال کیا جائے گا کہ یہ قول اس کا اجتہادی ہے۔ اس صورت میں اس کا قول مثل اقوال دیگر مجتہدینؒ ہوگا اور اقوال مجتہدین صواب و خطا سے خالی نہیں ہیں کیونکہ **المجتهد يخطى ويصيب** یعنے مجتہد سے اجتہاد میں خطا بھی ہوتی ہے اور صواب بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابی مجتہد کا قول بھی خطا و صواب سے خالی نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی خلیفۃ اللٰہی اور معصوم ہونے کی وجہ سے کسی مجتہد کی اقتداء نہیں کی بلکہ فرمایا کہ ما بہیچ مذہب مقید نہ ایم۔ کیونکہ معصوم کے لئے یہ ناجائز ہے کہ وہ غیر معصوم کی اتباع کرے۔ مگر آپ نے اپنے اصحاب اور دیگر متبعین کو ارشاد فرمایا کہ تم بھائیوں کی (یعنی مجتہدین امت رحمہم اللہ کی) تقلید کرو مگر ان کے ان مسائل پر عمل کرو جن میں عزیمت ہے۔ اس فرمان مقدس سے یہی پتہ ملتا ہے کہ صحابہ مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام بھی مثل صحابۂ نبوت معصوم نہیں ہیں کیونکہ اگر معصوم ہوتے تو مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام ان کو غیر معصوم یعنے مجتہدین کی اتباع کا حکم نہ فرماتے چنانچہ اس کی تفصیل فصل سابق میں کی گئی ہے۔ اس سب تقریر کا حاصل یہی ہے کہ اصول دین میں صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔ عام ازینکہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہوں یا میراں سید محمود و میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہما اسی دلیل سے سیدین رضی اللہ عنہما کو ایجاد اصول مسائل ولایت کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم مذکور جو روایت سید محمود و سید خوندمیر ضعفےٰ نکنند الی آخرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ عام مسائل دین سے متعلق ہے جس سے مسائل ولایت و احسان خارج نہیں ہیں۔ غرض مسائل شرعیہ میں اصحاب مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کے متبعین کرام رحمہم اللہ کو مہدی موعود علیہ السلام کا یہ حکم ہے کہ مجتہدین امت کی طرف رجوع کریں۔ اور عزیمت و عالیت پر عمل فرمائیں۔ ہماری اس تحریر کا حاصل یہی ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور مہدی موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی صحابی اور امام و ولی وغیرہ معصوم نہیں ہے۔ اور نہ اس کا قول دین میں حجت اس کے برخلاف اعتقاد رفض بے دینی اور طریق مستقیم سے خروج ہے۔ **واللہ اعلم وعلمه اتم**

آہ مولانا شمسی!

نواب محمد بہادر خاں صاحب خلق جاگیردار
الخاطب نواب بہادر یار جنگ بہادر

ہم کس کو تیرے بعد کہیں آفتابِ علم
اے فخرِ قوم شمسیٔ عالی جنابِ علم

سینہ میں تیرے سرِّ معارف تھے بے شمار
گنتی کہاں کی اور کہاں کا حسابِ علم

ساقی کا اپنے سب پہ برابر رہا کرم
بٹتی رہی ہے سب میں برابر شرابِ علم

دنیائے علم میں ہے قیامت کا اضطراب
مشرق میں ہورہا ہے غروب آفتابِ علم

کیوں زیر و بم سے خالی فضائے کمال ہے
کیا تیرے ہاتھ کے لئے تھا ربابِ علم

تجھ میں علومِ ظاہر و باطن ہوئے تھے جمع
لاریب تیری ذات تھی لب لبابِ علم

ہے ہوش ہم میں ماہ صفت جلوہ گر مگر
تجھ کو کہاں سے پائیں ہم اۓ آفتابِ علم

اب خلقؔ کس کے سامنے پھیلائے جاکے ہاتھ
ہے تین پشت سے وہ ترا فیضیابِ علم

https://theimammehdi.com